اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۶۹، سال۲۰۲۳ء

اظہر جاوید کی شخصیت نگاری

محمد فیصل شہزاد

اسسٹنٹ پروفیسر (اُردو)، پنجاب کالج، لاہور

AZHAR JAVED'S PERSONALITY

Muhammad Faisal Javed
Assistant Professor of Urdu
Punjab College, Lahore

Abstract

Azhar Javed's name is prominent and unique in many respects in Urdu litrerature. Azhar javed man was a well known editore, reasearcher, poet, fiction writer, columnist, translator and journalist. He was bron on January 4,1938 in Rawalpindi. Editor Azhar Javed is a mature critic. He has experimented in all genres of Urdu literature.his personal articals are rich in critical awareness and insight. His articals, though very few in numbers, are unique in trems of criticism. He has tried to express his point of view simply. Thses personal articals of Azhar Javed were publeshd in various magazines of Urdu literature. These articals are sketches of famous people of Urdu literature which came to the public with critical facts. The critcals review of thses essays is presented to you.

Keywords:
Azhar Javed, Sketches, Famous, Critical Awareness, Urdu.

شخصیت نگاری یا خاکہ نگاری کے لیے کسی شخصیت کو جاننا اور جانچنا لازم ہے، تاکہ مضمون نگار اپنی ممدوح شخصیت کے محاسن و معائب، دونوں بیان کر سکے اور اس سلیقے سے بیان کرے کہ اسے ان محاسن و معائب سے جڑے ہوئے واقعات و خیالات کے مطالعے سے بے زاری کی بہ جائے سرشاری کا احساس ہو۔ڈاکٹر خلیق انجم (۱۹۳۵ تا ۲۰۱۶ء) کے مطابق خاکہ نگار کا مرکزِ نظر شخصیت اور صرف شخصیت ہوتی ہے۔ جسے وہ ایک مجسمہ ساز کی طرح تراشتا ہے۔ مجموعی طور پر خاکہ نگاری کسی شخصیت کا معروضی مطالعہ ہوتا ہے۔ (۱)

ماہ نامہ **تخلیق** کے بانی مدیر اظہر جاوید(۱۹۳۵ تا ۲۰۱۲ء) ایک پختہ گو شاعر اور کالم نگار تھے۔ وہ کہانی بُننے اور شخصیت نگاری کا ہنر بھی جانتے تھے۔انھوں نے سوانح نگاری بھی کی اور تراجم بھی کیے۔اُن کی شخصیت نگاری اس لحاظ سے بھی امتیاز رکھتی ہے کہ وہ شخصیت فہمی کے پہلو بہ پہلو شخصیت بیانی سے بھی خوب واقف تھے۔اُن کے شخصی مضامین میں: "مائی باس،ونڈر فل پرسن صابر دت" حساب دوستاں"، "ستار طاہر ایک مشہور مگر بے نام ادیب"، "جناتی ہاتھ"، "وزیر آغا۔ شخصیت اور فن پر ایک اجمالی نظر"، "نہ صوفی نہ پیر صاحب بیان تحریر اشفاق احمد"، " تیری آنکھوں کے ساتھ میں"، خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ان کے مضامین میں تخیل کے ساتھ تنقیدی شعور بھی جھلکتا ہے۔

ان مضامین میں اظہر جاوید کی انفرادیت ناموں سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے کہ وہ انسانی مزاج کا خاصا ادراک رکھتے تھے۔"نہ صوفی نہ پیر صاحب بیان تحریر۔اشفاق احمد" یہ مضمون اشفاق احمد کی وفات پر ماہ نامہ **ادب لطیف** میں شائع ہوا۔"ونڈر فل پرسن۔ صابر دت"،"حساب دوستاں"،" جناتی ہاتھ"، ماہ نامہ **تخلیق** میں اشاعت پذیر ہوئے۔ان ناموں میں ایسا رچاو ہے کہ یہ قاری کو اپنے سحر میں لے لیتے ہیں۔اسی طرح "ستار طاہر ایک مشہور مگر بے نام ادیب" سہ ماہی **ادبیات**، اسلام آباد میں چھپا۔بعد ازاں "وزیر آغا، شخصیت اور فن پر ایک اجمالی نظر یہ ماہ نامہ **تخلیق** میں شائع ہوا۔

اظہر جاوید کا انداز نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ وہ کسی قسم کی الجھن اور موشگافیوں میں نہیں پڑتے اور نہ ہی علمیت بگھارنے کے لیے دقیق الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کے مضامین سے کسی قسم کا بوجھل پن محسوس نہیں ہوتا۔ قاری ایک ہی نشست میں مضمون سے لطف اندوز ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر وہ "نہ صوفی نہ پیر صاحب بیان تحریر" کا آغاز حکایت کے انداز سے کرتے ہیں۔ تصوف کے فروغ میں اشفاق احمد (۱۹۲۵تا ۲۰۰۴ء) خاصے مشہور رہے ہیں۔ اپنے آخری دنوں میں انھوں نے تصوف اور مابعد طبیعیات کے حوالے سے خاصا کام کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں: اللہ والے ہمیشہ اچھی اور مثبت بات ہی کرتے ہیں جب کہ وہ منفی بات کو بھی اپنے انداز سے مثبت بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ یہی ان کی عظمت اور انسانوں سے محبت کا پہلو ہے۔(۲)

اظہر جاوید کا انداز انتہائی موثر اور دل کش ہے۔ وہ اولیا کی محافل کو سمجھنے والے تھے۔ محفل میں جب کوئی صوفی بات کرتا ہے تو وہ اپنے معتقدین کو ہلکے پھلکے انداز سے بات کی تہ تک لے جاتا ہے۔ وہی انداز اظہر جاوید کا ہے۔ وہ اپنے مخاطب کو مجلس میں بیٹھا دیکھتے ہیں اور اس سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ ان کے انداز کی وجہ سے قاری بھی یہی محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ خود محفل میں بیٹھا براہ راست حکایت سن رہا ہے۔

اظہر جاوید، اشفاق احمد (۱۹۲۵تا ۲۰۰۴ء) کے خلاف بولنے والوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں۔ اشفاق احمد ایک اچھے انسان تھے، انھوں نے ہمیشہ لوگوں کا بھلا کرنے کی کوشش کی اور کبھی ولی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نا ہی کسی کی مخالفت میں کبھی کوئی جملہ کسا۔ وہ تو اپنے انداز سے اصلاح کرنے کی کوشش میں تھے۔ ان کا ٹی وی پروگرام "زاویہ" اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔ لوگ ان کی مخالفت کرتے تھے۔ اظہر جاوید ان کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ان کے ٹیلی ویژن کے پروگرام ”زاویہ“ کو بھی زد پر رکھا جا رہا ہے۔ اشفاق صاحب کسی پر کچھ ٹھونستے نہیں تھے۔ انھوں نے زندگی کو جس رخ سے دیکھا۔ روحانیت کو جس طرح محسوس کیا اور تصوف کی واردات میں سے جیسے گزرے تھے۔ ان کیفیات ہی کا تو اظہار کیا تھا۔ اب تو زاویہ عنوان سے کتاب بھی چھپ گئی ہے۔ میں ان کے مخالف کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کہیں کسی ایک سطر سے، کس جملے سے مابین السطور، مطلب نکالنے کی سعی کرتے ہوئے یہ بتا دیں کہ کہاں اشفاق احمد نے کہا ہے کہ وہی سب کچھ ہیں، وہی سوچ کا منبع اور آگہی کا محور ہیں۔ وہ تو کیفیات کو جس طرح خود ہی سموتے تھے۔ اسے صرف اپنے لفظ، اپنا لہجہ اور اپنا اظہار دیتے تھے۔ نہ صوفی ہونے کا دعویٰ نہ پیر بننے کا اعلان۔“ (۳)

اظہر جاوید کا یہ وصف ہے کہ وہ حقیقت پر مبنی دوٹوک بات کرتے ہیں۔ تنقید کا بھی یہی طریقہ رہا ہے کہ سچ اور حقیقت کو کھول کر بیان کرو تا کہ کسی قسم کا کوئی الجھاو باقی نہ رہے۔ ان کا تنقیدی انداز کسی حد

تک جمالیاتی ہے جس سے کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود وہ ایک حقیقت پسند ادیب ہیں۔ وہ اپنے تجزیے میں ہمیشہ حقیقت اور صداقت کو مد نظر رکھتے تھے۔ کلیم الدین احمد (۱۹۰۸۔۱۹۸۳ء) لکھتے ہیں: " نقاد جو بات کہتا ہے وہ عالم گیر ہوتی ہے، یعنی اس کی بات کی صداقت صرف اسی کی ذات تک محدود نہیں بل کہ دوسرے سمجھنے والے بھی اس کے ہم زبان ہوتے ہیں۔ ادب کا خام مواد یعنی ہمارے خیالات وجذبات ذاتی نہیں، نجی نہیں بل کہ عام انسانی ملکیت ہیں۔ ہم الفاظ ایجاد نہیں کرتے بل کہ ان کے مکرر استعمال سے ان کے معانی کو سمجھتے ہیں۔"(۴)

اظہر جاوید نے اشفاق احمد کو سمجھا، پرکھا اور ان کی عادات وخصائل کو مدلل انداز سے بیان کیا ہے۔ وہ اشفاق احمد کی ذات کے چنیدہ مراحل کو بڑی سیانف سے بیان کرتے ہیں کہ اشفاق احمد کا یہ وصف تھا کہ وہ بات بڑے غور سے سنتے تھے۔ وہ کسی کو باور نہیں ہونے دیتے تھے کہ اس کا علم کسی سے کم ہے۔ اشفاق احمد نے یہ علم کتابوں سے نہیں، انسانوں سے سیکھا تھا۔

اظہر جاوید بتاتے ہیں کہ اشفاق صاحب ہمیشہ سیکھنے کی ٹوہ میں رہتے تھے۔ وہ ساری عمر محتاط رہے، کسی کام میں جلدی نہیں کرتے تھے۔ ٹھونک بجا کر چیزوں کو دیکھتے تھے اور پھر جا کر فیصلہ کرتے تھے۔

اظہر جاوید کا ایک اور شخصی مضمون "دو پیالیاں۔۔۔ایک پرچ" ہے۔ اظہر جاوید الفت اور محبت کی مجسم تصویر تھے۔ دوستوں سے محبت کرنا اُن کی زندگی کا خاصا تھا۔ اشفاق صاحب اور بانو قدسیہ (۱۹۲۸۔۲۰۱۷ء) سے ان کی نیاز مندی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اشفاق احمد اور بانو قدسیہ سے تو لفظ محبت نے جنم لیا ہے۔ آج کا انسان فکری ژولیدگی اور کوتاہ نظری کا شکار ہو چکا ہے۔ انسان ہمیشہ چاہتا ہے کہ لوگ اس سے محبت کرتے رہیں۔ دنیا اس کے اردگرد گھومتی رہے۔

اسی مضمون میں ایک واقعہ جو اس مضمون کا عنوان بھی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ اس محیر العقول واقعے نے عجیب صورت پیدا کی ہے۔ انسان ہمیشہ ضیف الاعتقادی کا شکار رہا ہے۔ کبھی کبھار چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ذہن پر سوار کر لیتا ہے۔ ضعیف الاعتقادی کے حوالے سے جنوبی ایشیا خاصا مشہور ہے، اسی بنا پر یہاں کا انسان مافوق الفطرت واقعات کی طرف زیادہ توجہ دیتا ہے۔ اظہر جاوید، ڈاکٹر جمیل الدین عالی (۱۹۲۵۔۲۰۱۵ء) اور اشفاق احمد کی زندگی کے اوراق کو کھولتے ہوئے، ان کی جوانی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں: "نوجوانی کے دنوں میں کراچی گیا، تو عالی کے گھر ہی ٹھہرا۔ ہم بازار میں نکلے، تو مجھے ایک ٹی سیٹ

پسند آ گیا۔ قیمت اتنی تھی کہ واپسی کا کرایہ نکال کر صرف ایک سو روپیہ بچتا تھا۔ شادی کے بعد یہ پہلی قیمتی چیز تھی جسے گھر لے جانا چاہتا تھا۔ کچھ پیسے عالی سے اُدھار لیے اور وہ ٹی سیٹ میں نے خرید لیا۔ پھر یوں ہوا کہ ایک پیالی پرچ ٹوٹ گئی اور ہمارا ایک نہایت عزیز دوست بھی وفات پا گیا۔ جب یہ عجیب محیر العقول واقعہ بار بار ہونے لگا اور باقی صرف دو پیالیاں اور ایک پرچ رہ گئیں، تو بانو نے انھیں اُٹھا کر ایک تالے والی الماری میں بند کر دیا۔ مجھے یوں لگتا ہے۔ یہ دو پیالیاں۔۔۔۔۔ عالی اور میں ہوں۔ بانو کو بھی یہی وہم ہو گیا ہے۔ ایک دھڑ کا سا لگا رہتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی پیالی ٹوٹ گئی، تو ہم دونوں میں سے کوئی ایک بچھڑ جائے گا۔ یہ تین چار سال پہلے کی بات ہے۔ اب اشفاق صاحب نہیں رہے۔ بانو آپا ذرا سنبھل لیں، تو میں ان سے پوچھوں، کہ دیکھیں، ان دو پیالیوں اور ایک پرچ میں سے واقعی ایک پیالی ٹوٹ تو نہیں گئی۔"(۵)

انسانی سوچ عجیب معاملات میں الجھی رہتی ہے۔ شیطانی وسوسے انسان کو بہکاتے ہیں۔ کبھی کبھی انسان قانون قدرت پر بھی شکوک و شبہات میں رہتا ہے۔ اس مضمون میں کہانی کا عنصر زیادہ ہے جو تجسس اور واقعاتی پہلو کو نمایاں کیے ہوئے ہے۔ اس کے بارے میں ناصر شہزاد لکھتے ہیں:

> "اظہر جاوید کا مضمون "دو پیالیاں ایک پرچ" اندوہ گیں، دل نشیں اور انگیں ہے۔ اظہر جاوید نے اس مضمون میں اپنے اعلیٰ ادبی وسائل کو شامل کیا ہے جو قاری کو "تڑپا اور برسا رہے ہیں"۔(۶)

"ستار طاہر ایک مشہور مگر بے نام ادیب" اظہر جاوید کے دیرنہ دوست کی شخصیت کا عکس ہے۔ اتنی پرانی رفاقت پر ان کا اتنا کُڑھنا بنتا ہے کہ تقریباً ڈھائی سو کتابوں کا مصنف، دنیائے ادب کا نام ور نقاد، کئی جرائد کا مدیر ستار طاہر (۱۹۴۰-۱۹۹۳ء)، دنیا سے چلا گیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ کسی ادیب نے ایک دوسرے سے پُرسہ تک نہیں کیا۔ وہ جو ہر وقت جی جی کرتے تھے۔ انھوں نے آخری دیدار تک نہیں کیا۔ ورنہ جیتے جی تو ستار طاہر ہی ستار طاہر تھا۔ بڑے بڑے ادبا کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ ہماری ذات پر ہماری کتاب پر چند سطور ہی لکھ دے۔ قتیل شفائی (۱۹۱۹-۲۰۰۱ء)، احمد ندیم قاسمی (۱۹۱۶-۲۰۰۶ء) اشفاق احمد (۱۹۲۵-۲۰۰۴ء)، جیسے نام ور ادیب ستار طاہر کے معترف تھے کہ وہ جب ہم پر یا ہماری کتابوں پر کچھ لکھ دے تو وہ سند بن جائے گی۔ اظہر جاوید جلے کٹے انداز میں تنقید کرتے ہیں: " ایک سال گزرنے پر صرف اس کی بیوی نے ایک برسی کی تقریب بپا کی، جس پر اہل قلم کو فون کیے، اخباروں میں خبریں، برسی کا چھپا ہوا پیغام بھیجا۔ پچیس مارچ کی عام سی دوپہر کو وہاں صرف پانچ چھ ادیب شاعر تھے۔ نمایاں لوگوں میں

میرزا ادیب، قتیل شفائی، انور سدید اور مجیب الرحمن شامی تھے۔ کچھ محلے کے لوگ اور بس۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ کیا ڈھائی سو (تقریباً) کتابوں کے مصنف، نقاد اور کئی رسائل کے ایڈیٹر کا انجام یہی ہے۔" (۷)

وہ کہتے ہیں کہ انسان ساری عمر ادب تخلیق کرتا ہے۔ نام وری اور شہرت حاصل کرتا ہے۔ دنیا میں اُس کا ڈنکا بجتا ہے مگر جب مرتا ہے تو لوگ اسے بے وقعت چیز سمجھ کر بھلا دیتے ہیں۔ ادیبوں پر افسوس ہوتا ہے۔ ادیبوں میں یہ منافقت عام ہے۔ وہ لوگوں کو محبت کا درس دیتے ہیں۔ مگر خود بے حسی کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ ستار طاہر کی زندگی میں اُس کی کیا اہمیت تھی۔ اظہر جاوید یوں بیان کرتے ہیں:

> "احمد ندیم قاسمی اپنی ظاہری بے نیازی کے باوجود ستار طاہر کو اپنے بارے میں زیادہ سے زیادہ مواد اکٹھا کر کے بھیجتے تھے۔۔۔۔ اشفاق احمد نے کچھ تجرباتی کہانیاں لکھیں۔ ان کہانیوں کو اسی نے سائنس فکشن کا نام دیا۔ اشفاق احمد چاہتے تھے۔ وہ اپنی رائے دے دے، تو پھر اسے چھپنے کے لیے کہیں بھیجیں۔ تخلیق سے اشفاق احمد کا بھی گہرا تعلق ہے۔ مجھ سے انھوں نے نئی کہانی کا وعدہ کیا۔ مگر ساتھ ہی یخ لگائی کہ۔ وہ (ستار طاہر) اپنی رائے دے تو پھر ایک کہانی آپ کو دے دوں گا۔" (۸)

انسان بھی عجیب مخلوق ہے، جس کو اپنا مطلب ہمیشہ عزیز رہتا ہے۔ اپنی انا کی تسکین کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ رشتے ناطے صرف مطلب کے لیے ہی بناتا ہے۔ اس وجہ سے انسان تکلیفوں کو خود دعوت دیتا ہے اور اذیت میں رہتا ہے۔ اس سماجی المیے پر اظہر جاوید سوال اٹھاتے ہیں کہ انسانی رشتے کیوں گراوٹ کا شکار ہیں؟ جیتے جی تو لوگ ستار طاہر کے گرویدہ تھے، مگر وہ جب چل بسا تو کوئی فاتحہ خوانی کے لیے بھی نہیں آیا۔ وہ لکھتے ہیں: "انسانی رشتے ناطے، رابطے بس اتنے ہی ہیں۔ مرنے والا مر کر بھی ہمارے لیے کیا چھوڑ گیا۔ ہمارا پہلا سوال یہی ہوتا ہے۔ اسے یاد کریں یا اس کو زندہ رکھیں۔ اس کے لیے کسی تردد کی کیا ضرورت ہے۔ جیتے جی ہمیں تو زندوں سے واسطہ ہے۔ مرنے والے تو کسی کام نہیں آسکتے۔ یا پھر یہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کا کوئی بیٹا با اختیار ہے۔ افسر مجاز ہے تو پھر اس کے لیے مضامین بھی لکھے جاتے ہیں۔" (۹)

انسان خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہے۔ آدمی خیر و شر کا امتزاج ہے۔ تنقید صرف خوبیان بیان کرنے کو نہیں حسن و نقص کو آشکار کرنے کا عمل ہے۔ اظہر جاوید نے اس مضمون میں ستار طاہر کی زندگی کے جملہ اوراق کو کھولنے کی کوشش کی ہے۔

اظہر جاوید کا اپنی تحریروں کے اعتبار سے یہ خاصا رہا ہے کہ وہ انتقادی اصولوں پر کار بند رہے ہیں۔ وہ کسی کی طرف داری نہیں کرتے تھے۔ اظہر جاوید انسان کو انسان سمجھتے ہیں، جس میں خطا بھی ہے اور

بھلا بھی۔ وہ انسان کو اُس کی تمام خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ قبول کرنا پسند کرتے ہیں۔ چناں چہ ستار طاہر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”یہ اعتراف کر رہا ہوں کہ ستار طاہر بھی ایک کتاب کا موضوع ہے اور ساتھ یہ میں ان صاحبان اور اُس کی بیوی سے گزارش کروں گا۔ وہ جو کچھ تھا جیسا تھا۔ اُسے ویسا ہی رہنے دیں۔ اسے فرشتہ نہ بنائیں۔ اسے کم زوریوں سے مبرا نہ دکھائیں۔“ (۱۰)

نقاد کا عصر شناس ہونا بے حد ضروری ہے۔ جس شخصیت پر تنقید کی جا رہی ہے اگر وہی عادات وخصائل اپنی ذات میں بھی موجود ہوں تو ممدوح کو سمجھنا آسان ہوتا ہے۔ اب اگر وہ اپنے آپ کو سمجھ جاتا ہے تو سمجھ جایئے کہ وہ دوسری شخصیت کو سمجھنے میں دیر نہیں لگائے گا۔ دوستی بھی اسی شخص سے قائم رہتی ہے جو ہم مزاج ہو۔ اظہر جاوید اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ جیسا میں ہوں، ویسا ہی ستار طاہر تھا۔ بس انیس بیس کا فرق ہے۔ مجھے اُس میں اور اُسے مجھ میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ”میری اور ستار طاہر کی عادتیں بہت ملتی تھیں۔ شوق بھی یک ساں تھے۔ صرف یہ ہے کہ میں شراب نہیں پیتا۔ ادب کی سانجھ کے علاوہ فلمیں دیکھنا ہمارا مشترک مشغلہ تھا۔ اس کے علاوہ کرکٹ اور ہر اُوٹ پٹانگ حرکات میں ہم سب شریک ہوتے تھے۔“ (۱۱)

اظہر جاوید بناوٹ یا تصنع سے کام نہیں لیتے۔ سچائی سے اپنے بارے میں بھی انکشاف کرتے ہیں اور اپنی کم زوریوں کے اظہار میں اپنے آپ کو انسان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فلمیں دیکھنے کے شوقین تھے۔ فلمی صحافت کے رکن اور عہدے دار بھی رہے۔ پڑھائی سے دل چراتے تھے اور اکثر نام بھول جاتے تھے۔ اسی بنا پر کوشش کرتے تھے کہ سچ بات کو بیان کر دیا جائے۔ اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”انور سدید جیسا سلیقہ مجھے نہیں آتا کہ بات بھی کر لو اور بھرم بھی رکھ لو۔ نہ مشفق خواجہ جیسا اسلوب آتا ہے کہ جس پر طنز کریں وہ بھی تلملا کر داد فراز دے۔۔۔ میں بہت زیادہ پڑھتا نہیں، پڑھ سکتا ہی نہیں، پھر میری کم زوری یا مجبوری یہ ہے کہ مجھے نام بھول جاتے ہیں۔ واقعات گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔“ (۱۲)

اظہر جاوید کے مطابق ستار طاہر بے لوث اور محبت کرنے والا انسان تھا۔ ستار طاہر نے مختلف جگہوں پر نوکری کی۔ وہ اخراجات کے حوالے سے ہمیشہ تنگ دست رہا، مگر شکوہ نہیں کیا۔ گھریلو اخراجات کے حوالے سے بیگم بھی اکثر شکوہ کیا کرتی تھی کہ شاید دوسری شادی کر رکھی ہے۔ اس تنگ دستی کے باوجود دوستوں سے پیسوں کا تقاضا نہیں کرتا تھا۔

"مائی باس" منفرد اردو افسانہ نگار عذرا اصغر (۱۹۴۰ء) کے بارے میں ہے۔ جنھوں نے لکھنے کا سفر ۱۹۶۰ء کے قریب کیا اور آج تک شگفتگیِ تسلسل سے رواں دواں ہیں۔ عذرا اصغر کا تعلق ماہ نامہ **تخلیق** سے بہ حیثیت مدیر بھی رہا اور ایک عرصے تک نہایت احسن طریقے سے یہ ذمہ داری نبھاتی رہیں۔ اظہر جاوید کے ساتھ ان کے قلمی اور مدیرانہ مراسم تا دمِ مرگ قائم رہے۔ اظہر جاوید کا مضمون "مائی باس" عذرا اصغر کی شخصیت پر مبنی ہے۔ اظہر جاوید اپنی طویل رفاقت کے حوالے سے دعویٰ کرتے ہیں: "میرا دعویٰ ہے کہ میں عذرا اصغر کو اتنا جانتا ہوں کہ وہ خود بھی خود کو نہیں جانتی ہوں گی۔ میں اس دعویٰ کی وضاحت نہیں کر سکوں گا۔ وہ میری دوست ہیں اور دوست تو شہد جیسی ہوتی ہے، جس کی لذت سے آشنا ہونے کے باوجود آپ اس کا ذائقہ نہیں بتا سکتے۔ دوستی تو سمندر ہے۔ جس کا دوسرا کنارہ ہی کوئی نہیں، بس محبت کی موجیں ہیں۔ سمندر کا حوالہ آیا تو میرے وجدان نے مجھے چار سو چالیس وولٹ کا جھٹکا دیا کہ عورت کو سمجھنے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ سچی بات ہے عورت چاہے دوست ہو، ماں ہو، بیٹی ہو یا بیوی اس کے بارے میں یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔" (۱۳)

اظہر جاوید بیان کرتے ہیں کہ وہ نہایت شفیق اور مہربان واقع ہوئی ہیں۔ ان کی محبت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کوئی بھی شخص ان سے نالاں نہیں۔ وہ محبت بانٹنے اور ہمیشہ لوگوں کو آسانیاں پہنچانے والی خاتون ہیں۔ ان کے افسانوں میں بھی یہ امر غالب ہے۔ عذرا کی عورت وفا کی دیوی، محبتوں اور شفقتوں کا مجسمہ ہے۔ اسی لیے ان کی اپنی شخصیت میں یہ خوبیاں بہ درجہ اتم موجود ہیں۔ اپنے تو اپنے غیر بھی ان کی محبت سے محروم نہیں رہے۔ ہم دردی اور مہربانی ان کی زندگی میں جزو لازم کی طرح دخیل ہے۔ اظہر جاوید ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "عذرا اتنی شفیق اتنی ہم درد اور اتنی مہربان ہے کہ غیروں پر بھی شفقتیں لٹاتی رہتی ہے۔ ہر دوسرے چوتھے روز کوئی نئی لکھنے پڑھنے والی ان کے حلقہ اثر میں آ جاتی ہے۔ کوئی سبزی والا، گوشت فروش، یا ردی بیچنے والا بہ قول اصغر مہدی ان کے بچوں کا ماموں بنا ہوتا ہے۔" (۱۴)

عذرا اصغر کے حوالے سے اظہر جاوید کے انداز میں مزاح کی ترنگ سے زیادہ طنز کی کاٹ نمایاں ہے۔ وہ مزاحیہ انداز میں دروازے سے داخل ہونے کی بہ جائے طنز کے چوکھٹے میں پھنس جاتے ہیں۔ ان کی شفقت، نفاست اور سلیقہ شعاری پر طنز اس انداز سے کرتے ہیں: "بعض اوقات وہ غیروں سے بھی ایسی بے ساختہ شفقت کا اظہار کرتی ہیں کہ اصغر پریشان ہو جاتے ہیں اور پھر ڈانٹنے کے انداز میں کہتے ہیں۔ تم عجیب بے تکی اور الل ٹپ عورت ہو۔ لوگوں کی ذہنیت کو بھی سمجھا کرو۔ وہ نہ جانے اس سے کیا کیا مطلب

اخذ کرتے ہیں۔ لیکن آپ عذرا کی فطرت کو نہیں بدل سکتے۔ میں بھی کبھی کبھی بزرگی کی ترنگ میں آکر کہہ دیتا ہوں کہ آپ بہت آؤٹ سٹینڈنگ ہیں۔ وہ بہت خوش ذوق اور خوش پوش ہیں۔ خوش ذوقی کا تو یہ حال ہے کہ بعض ممبران سے انہیں خداواسطے کی چڑ ہو جاتی ہے اور خوش پوشی کا معاملہ یہ ہے کہ یوں لگتا ہے موسم نے ان کے لباس کو دیکھ کر اپنا چولا بدلا ہے مگر لطیفہ یہ ہے کہ اس نہایت اعلیٰ تراش خراش کے لباس کے نیچے جوتا نہایت میلا پہنا ہو گا۔" (۱۵)

اس کے ساتھ اظہر جاوید، عذرا اصغر کی وسعت قلبی کا بھی اعتراف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بہت مہمان نواز بھی ہیں۔ نہایت سادہ اور بردبار ہیں۔ گھر گرہستی میں بہت مہارت رکھتی ہیں۔

اظہر جاوید نے عذرا اصغر کی زندگی اور شب وروز کو نہایت مفصل انداز سے بیان کیا ہے۔ لوگوں سے مل ملاپ، ان کی قناعت پسندی، اپنے شوہر کے ساتھ تعلق اور خاندان کے لوگوں سے الفت کا رشتہ کس طرح سنبھالتی ہیں۔ یہ سب اس مضمون کا حصہ ہے۔

عذرا اصغر کس قدر حساس ہیں؟ اظہر جاوید بیان کرتے ہیں کہ جس روز سنجے گاندھی (۱۹۴۶ء-۱۹۸۰ء) آں جہانی ہوئے، سلطان رشک (۱۹۳۷ء) اور ان کی فیملی عذرا اصغر کے گھر مہمان تھی اور جب یہ خبر عذرا نے سنی تو ان کے آنسو اور سسکیاں رکنے کا نام نہ لیتی تھیں۔

اسی طرح وہ اپنے بچوں عنبر تاجور اور شبہ طراز سے بھی بہت زیادہ محبت کرتی ہیں۔ ایک لمحے کے لیے بھی ان کو اپنے سے جدا نہ کرتی تھیں۔ عذرا اصغر اور اصغر مہدی کی محبت بھی لازوال تھی۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے پر جان نچھاور کرتے تھے اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہتے تھے۔ عذرا میں اصغر کی نسبت محبت کا پہلو کچھ زیادہ نمایاں تھا۔ اصغر بھی اس کی ہمیشہ قدر کرتے تھے۔ عذرا کی ہر بات کو اہمیت دیتے اور ان کے اطمینان اور تسکین میں تسلیم خم رہتے تھے۔ ان کے رشتے کے بارے میں مضمون "تیری آنکھوں کے ساتھ میں" لکھتے ہیں:

> "عذرا اصغر اور اصغر مہدی کی جوڑی رومانوی تھی۔ برسوں کا ساتھ بہت ہی کم ہوا کہ ایک دن کے لیے بھی جدا ہوئے ہوں۔ جب اصغر مہدی غیر ملکی مطالعاتی دورے پر گئے تو جدائی کی گھڑیاں در آئیں۔ ان دنوں میں فون کی آج جیسی سہولتیں نہیں تھیں۔ تاہم اصغر مہدی شاید ہر روز عذرا کے نام ایک محبت نامہ لکھتے اور دل کی تسکین اور عذرا کو اطمینان دلاتے رہے۔"(۱۶)

"وزیر آغا شخصیت اور فن پر ایک اجمالی نظر" اردو ادب کے معروف شاعر، نقاد، انشائیہ نگار، ڈاکٹر وزیر آغا (۱۹۲۲ـ۲۰۱۰ء) کا شخصیت نامہ ہے۔ وزیر آغا اور اظہر جاوید دونوں سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ اسی لیے دونوں میں قدر مشترک مٹی سے انسیت پائی جاتی ہے۔ اردو میں طنز و مزاح، نظم جدید کی کروٹیں، اردو شاعری کا مزاج، تخلیقی عمل، تنقید اور مجلسی تنقید، اقبال اور تصورات عشق، جیسی لازوال کتابیں، وزیر آغا کے قلم سے اردو ادب میں مقام حاصل کر چکی ہیں۔ اظہر جاوید وزیر آغا کے عقیدت مند تھے۔ جس کی بنا پر انھوں نے ان پر ایک مضمون "وزیر آغا شخصیت اور فن پر ایک اجمالی نظر" لکھا۔ یہ مضمون محبت کے ساتھ ساتھ حق گوئی اور بے باکی کی عمدہ مثال ہے۔ وزیر آغا سے دلی وابستگی اپنی جگہ مگر ان کے فن و شخصیت پر تنقید اظہر جاوید کا ایک مقام متعین کرتی ہے۔

میرا جی (۱۹۱۲ـ۱۹۴۹ء)، فیض احمد فیض (۱۹۱۱ـ۱۹۸۴ء)، ن م راشد (۱۹۱۰ـ۱۹۷۵ء) اور مجید امجد (۱۹۱۴ـ۱۹۷۴ء) کے بعد وزیر آغا اردو نظم میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اُن کی منفرد فکر اُنھیں دور حاضر کے شعرا میں نمایاں کرتی ہے۔ وزیر آغاز کی انفرادیت، فطری رچاؤ اور نظم میں دل چسپ کیفیت نے اظہر جاوید کو مجبور کیا کہ ان پر مضمون لکھا جائے۔ وہ وزیر آغا کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "میں نے وزیر آغا کی شخصیت کو اس لیے موضوع بنایا ہے کہ ان کی زندگی کا یہی سبھاؤ، ان کی شاعری کا رچاؤ بنتا ہے۔ کہیں تصنع نہیں، کہیں مانگے تانگے کا اجالا نہیں۔" (۱۷)

اظہر جاوید سیدھے اور کھرے آدمی ہیں، جو سچائی کو بیان کرتے ہوئے بعض اوقات تنقید کے پرخار راستوں پر چل پڑتے ہیں۔ انور سدید اردو ادب کا ایک معروف نام ہے۔ وہ بھی وزیر آغا کے عقیدت مند ہی نہیں، سالار بھی تھے۔ چناں چہ کبھی کبھی مبالغہ آرائی پر بھی اتر آتے تھے۔ اس بات کو بیان کرتے ہوئے اظہر جاوید لکھتے ہیں: "آغا جی۔۔۔ مہربانی کر کے انور سدید کو لگا رہنے دیں۔ اُن کی صحت، تن درستی اور بقا کا راز اسی میں ہے کہ وہ اپنے ممدوح کا ہر پل ذکر کرتے رہیں۔ جس دن رک گئے تو سمجھیں مک گئے (ختم ہو گئے)۔ آپ بھی میرے ساتھ انور سدید کی زندگی اور تابندگی کی دعا کریں۔" (۱۸)

اظہر جاوید کا مشاہدہ وسیع ہے۔ وہ گہرائی میں جا کر بات کرنے اور اپنے ممدوح کو شخصی اور تحریری طور پر جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وصف ان کے مضامین میں تازگی اور شگفتگی کا باعث ہے۔

اظہر جاوید کے ہاں عامیانہ اور کھردرا پن نظر نہیں آتا۔ وہ قاری کو ہمیشہ ایک معلوماتی اور حقیقی مشاہدے سے روشناس کراتے ہیں۔

نقاد کے اوصاف میں صاحب بصیرت ہونا بھی شامل ہے۔ ہمت، بے باکی، اور جرات نقاد کو حق گو اور حق شناس بناتی ہے۔ اظہر جاوید کو ملمع سازی نہیں آتی نہ وہ تصنع سے کام لیتے ہیں۔ بات کو ہمیشہ سیدھے سادے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ چاہے وہ ممدوح کو بری لگے یا اچھی۔ حق بات کہنے سے انھیں باک نہ تھا۔ وہ انور سدید (۱۹۲۸۔۲۰۱۶ء) کے حوالے سے **جناتی ہاتھ** میں لکھتے ہیں:

> ”اب بتایئے ان کا ہاتھ جناتی نہیں ہے۔ ایک شخص جس کی عمر اسی سال کے قریب پہنچ رہی ہو۔ جس کی آنکھوں میں موتیا اُتر آیا ہو۔ جنھیں ملازمت نبھانے کے لیے اخبار کا روزانہ پیٹ بھی بھرنا ہو۔ پھر بھی آپ دیکھیں کہ ان کا قلم رواں دواں اور ان کی سوچ شاداب و جوان ہے۔“(۱۹)

اظہر جاوید کے مضامین منفرد ہیں۔ تحریر میں ادبی رچاؤ قاری کو لطف و سرور سے ہم کنار کرتا ہے۔ اس سے قاری اظہر جاوید کی مرصع نگاری میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اظہر جاوید کی تحریر میں ایک خاص رچاو ہے جو قاری کو ابتدا سے اختتام تک اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ وہ **حساب دوستاں** میں لکھتے ہیں: ”ایک درویش کا قصہ ہے۔ وہ تسبیح پڑھ رہے تھے کہ انھیں ساتھ کے کمرے سے آواز آئی۔ دو محنت کش خواتین باتیں کر رہی تھیں۔ ایک نے دوسری سے پوچھا۔ آج تم نے کیا کمایا۔ پہلی نے ایک رقم بتائی اور کہا وہ میں نے اپنے فلاں دوست کو دے دی ہے۔ دوسری نے پوچھا کیا تمھیں اس رقم کی واپسی کا یقین ہے۔ پہلی نے کہا میں نے سوچا ہی نہیں کیوں کہ حساب دوستاں دردل است، درویش نے سنا تو تسبیح توڑ دی اور کہا واقعی دوست کا حساب دل میں ہے، تسبیح میں نہیں۔ سلطان رشک پر کچھ لکھتے ہوئے جب مجھے یہ حکایت یاد آئی، قلم توڑ دینے کو جی چاہا۔“ (۲۰)

شخصیت نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعصب اور منفی سوچ سے نکل کر خالصتاً سچ اور مثبت سوچ کے ساتھ شخصیت نگاری کرے۔ یہی نہیں بل کہ اس کی تحریر میں قلم کی جولانی بھی نظر آئے۔ سلطان رشک کے حوالے سے اُن کا انداز تحریر ملاحظہ ہو:

> ”سلطان رشک زندگی کرنے اور زندگی گزارنے کا ڈھنگ جانتا ہے۔ اس نے ہم سے بہت بعد میں ادبی کیریئر شروع کیا مگر اپنی ذہانت سے بہت آگے نکل گیا۔ ہم شاید آصف اقبال کی طرح بٹوین دی وکٹس Between the wickets تھک کر گر گئے۔ وہ جاوید میاں داد کی طرح کام رانی کے چھکے لگا رہا ہے۔“(۲۱)

اب آئیے "ونڈر فل پرسن۔ صابر دت" کی طرف، ساحر لدھیانوی (۱۹۱۹۔۱۹۸۰ء) کے ساتھ ایک نام صابر دت (۱۹۳۸۔۲۰۰۰ء) کا جڑا ہوا ہے۔ اظہر جاوید جب ہندوستان یاترا پر تھے تب ساحر لدھیانوی کے متعلق معلومات صابر دت سے ہی حاصل کیں۔ صابر دت کشمیر سے تعلق رکھتے تھے اور لکھنے میں بھی ماہر تھے۔ وہ کئی اخبارات میں کام کرنے کے بعد ساحر کے منیجر بنے تھے۔ ساحر کے بعد انھوں نے کئی کتابیں بھی لکھیں اور ایک رسالہ **فن و شخصیت** بھی نکلا۔ صابر دت اچھے شاعر تھے۔ یہ مضمون اظہر جاوید نے صابر دت کی وفات پر لکھا تھا۔ جو بعد میں **تخلیق** جون ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا۔ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ''جب صابر دت کالج میں پڑھتا تھا، تب بھی اتنا ہی صاف گو اور ایسا ہی منہ پھٹ تھا۔ وہ دوستوں کا دوست تھا، مگر نہ کسی کی غلط بات مانتا تھا، نہ کسی کے اختیار اقتدار کی دھونس میں آتا تھا۔ جو درست سمجھا وہ علی الاعلان کہہ دیا۔۔۔ صابر دت جب ترنگ میں آتا تھا اور اپنے شعری کارنامے سناتا تھا تو کسی بھی مخالف کا ذکر کرتے ہوئے اپنا مخصوص جملہ دہراتا۔۔ "بھُس بھر دیا ہے''(۲۲)

صابر دت کا اردو ادب میں منفرد شخصیات پر نمبر نکالنا بہترین کارنامہ ہے۔ اردو ادب کی تاریخ میں اپنی زندگی میں اپنے اوپر پہلی بار "صابر دت نمبر" رسالہ **فن و شخصیت** نے شائع کیا تھا۔ لکھتے ہیں:

> "صابر دت نے تھوڑے سے عرصے میں بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ مجھے صحیح لفظ استعمال کرنا چاہیے۔ کارنامے کر دکھائے ہیں۔ اپنے رسالے **شخصیت و فن** کے ایسے ایسے خصوصی نمبر شائع کیے ہیں کہ اردو ادب صابر دت کو ساری عمر بھلا نہیں سکے گی۔۔۔ جب تک اُردو ادب زندہ ہے، صابر دت کے چھاپے ہوئے یہ نمبر حوالہ بنے رہیں گے، دستاویزی حیثیت اختیار کیے رہیں گے۔"(۲۳)

اظہر جاوید کا ایک اور مضمون ''موڈی'' ہے، جو ماہنامہ **تخلیق** کے دسمبر ۲۰۰۳ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ یہ ایک توصیفی مضمون ہے، جو اظہر جاوید کے دوست ظفر عظیم کے خاکے اور اظہر جاوید کے کچھ تجربات پر مبنی ہے۔ ظفر عظیم علم سے محبت کرنے والے انسان تھے۔ اظہر جاوید کی جب ان سے راہ و رسم ہوئی، تو پتا چلا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جو کتاب کی محبت میں پیسے کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ علم کی خدمت کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ظفر عظیم سے پہلی ملاقات کا واقعہ لکھتے ہیں: ''ظفر کو لکھنے کا شوق نہیں۔ پڑھنے کا ذوق ہے، میں نے ایک نظر اور ان کی طرف دیکھا چہرہ شانت تھا۔ اب میں نے اطمینان سے **تخلیق** کا تازہ پرچہ پیش کیا۔ انھوں نے اس طرح دیکھا، جیسے کھنگالا جاتا ہے۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈالا، دو سو روپے نکالے اور کہا،

یہ ایک پتا ہے، اس پر تخلیق جاری کر دیں۔۔۔ میں نے کہا۔۔۔ تخلیق کی سالانہ قیمت تو بیس روپے ہے۔ (صاحب۔۔۔ یہ ۱۹۷۲ء کا ذکر ہے) ظفر نے سنی ان سنی کر دی۔ اب میں تذبذب میں پڑ گیا۔"(۲۴)

جب انسان دوستوں کے ساتھ وقت گزرتا ہے تو ان کی عادات سے واقف ہو جاتا ہے۔ اظہر جاوید خاصے دوست شناس انسان تھے۔ اس لیے دوستوں کے عادات و خصائل سے واقف رہتے تھے۔ ظفر عظیم کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ خاصے خود غرض انسان تھے۔ جس بات پر اڑ جاتے، ٹس سے مس نہ ہوتے۔ جس بات کی لہر دل میں پیدا ہوئے، پھر اُسی ڈگر پر ہی چلتے تھے۔ وہ خاصے جھلمل جھلمل شخصیت کے مالک تھے۔

اظہر جاوید کے ایک اور ممدوح شاعر، نقاد، کالم نگار اسرار زیدی تھے، جو ۶ نومبر ۱۹۲۵ء کو پنجاب کے مشرقی قصبے حسین پور میں پیدا ہوئے۔ اسرار زیدی، ملنسار، خوش اخلاق اور انسان دوست شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے عقیدت مندوں میں نام ور اور معروف شخصیات شامل ہیں۔ اظہر جاوید بھی ان کے نیاز مندوں میں سے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اُن کی عقیدت اور محبت اس قدر میرے اندر معجزن ہیں کہ ان کی موت کی خبر نے بے حال کر دیا۔

اسرار زیدی ترقی پسند تحریک میں خاصے فعال تھے۔ ہر شخص ان کی قربت میں بیٹھنا پسند کرتا تھا۔ پاک ٹی ہاؤس، لاہور میں اسرار زیدی ایک مخصوص جگہ پر بیٹھتے تھے۔ وہاں پر ہمیشہ لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ انتظار حسین تو اس کو "آستانہ عالیہ" کہا کرتے تھے۔ بہت سے عقیدت مند ان سے ملنے پاک ٹی ہاؤس، لاہور کا رخ کیا کرتے تھے۔ اس آستانہ عالیہ کے پیر اسرار زیدی کی موت کی جھوٹی خبر نے اردو ادب اور ان کے حلقہ احباب میں ہل چل مچا دی۔ جس سے اظہر جاوید بھی متاثر ہوئے۔ وہ یہ خبر سن کر بوکھلا گئے۔ جگہ جگہ فون کرنے لگے۔ دعا کرتے ہوئے، خدا کرے یہ خبر جھوٹی ہو۔ وہ لکھتے ہیں: "اُن کی وفات حسرت آیات کی خبر جب اشفاق نقوی نے روزنامہ **ڈان** میں چھاپی تو میں گڑبڑا گیا۔ اُنھیں فون کیا کہ آپ کو کہاں سے خبر ملی ہے۔ انھوں نے ڈاکٹر آغا سہیل کا نام لیا اور بتایا کہ آغا سہیل کو اسرار زیدی کے فلاں عزیز نے خبر دی تھی۔ اب میں بوکھلا گیا، جھٹ سے پاک ٹی ہاؤس، لاہور میں فون کیا، وہاں زاہد کا صاحب زادہ بیٹھا تھا۔ اُس نے بے خبری کا اظہار کیا۔ میں نے بے اطمینانی میں اشفاق رشید کو فون کیا۔ اشفاق رشید نے مختار کھرل کا حوالہ دیا کہ ابھی کل پرسوں ہی تو ان کی اسرار زیدی سے ملاقات ہوئی تھی۔ بہ ہر حال جب تصدیق ہوگئی کہ اسرار زیدی سلامت ہیں تو ان کے دوبارہ جی اُٹھنے پر، خواجہ زکریا، یونس جاوید اور میں نے مل کر شیزان میں تقریب منعقد کی۔ اُس تقریب میں اسرار زیدی نے اپنی موت کی خبر سے متاثر ہو کر کہی ہوئی غزل بھی سنائی۔"(۲۵)

اظہر جاوید کی حس ظرافت بھی اوج پر ہے۔ انھوں نے دوستوں کے خاکوں میں کمال مہارت سے اُن کے شب و روز کو بیان کیا ہے۔ خاکہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ ممدوح کے شب و روز اور اُس کی زندگی کے نشیب و فراز سے واقف ہو۔ شخصیت کا مطالعہ کرنے میں ژوف نگاہی اور توازن کا قائل ہو۔ جس طرح ایک افسانہ نگار کے ذہن میں پوری کہانی کا خاکہ ہوتا ہے اس طرح خاکہ نگار کے ذہن میں بھی ممدوح کی شخصیت کا خاکہ ہونا ضروری ہے تب جا کر ایک اچھا خاکہ تشکیل پاتا ہے۔ ”خاکہ نگار کو اپنے موضوع کو اس حلیے، لباس، بول چال، وضع قطع اور رہن سہن کو گھر کے کاٹھ کباڑ کے ساتھ ویسا ہی پیش کرے، جیسا اس نے اسے دیکھا ہے اور اپنی فن کاری سے ماضی کو حال کی صورت عطا کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ خاکہ نگار کی مشاہدے کی قوت کافی تیز ہو اور وہ دل چسپ اور خصوصی باتوں تک رسائی حاصل کرنے کی خداداد قابلیت بھی رکھتا ہو۔“(۲۶)

اظہر جاوید نے اسرار زیدی کا خاکہ نہایت بصیرت سے تخلیق کیا ہے۔ اُن نے ذہانت و جودت اور مصورانہ مہارت کو استعمال کرتے ہوئے، تمام امور کو مد نظر رکھا ہے۔ اظہر جاوید نے اسرار زیدی کی شخصیت کو حیات نو بخشی ہے۔ انھوں نے اصلی رنگ، روپ اور ماحول کو نظر انداز کیے بغیر انھیں بیان کیا ہے۔ اظہر جاوید ان کی وضع داری اور رکھ رکھاؤ کو بیان کرتے ہیں کہ اسرار زیدی نہایت منکسر المزاج انسان تھے۔ یہ واقعہ ایک لطیفے کی صورت نظر آتا ہے:

> ”ایک روز میں ٹی ہاؤس میں گیا، تو وہ اتفاق سے اکیلے بیٹھے تھے۔ علیک سلیک کے بعد دیکھا کہ وہ کسمسا رہے ہیں۔ چہرے سے بیزاری ٹپک رہی ہے۔ میں نے پوچھا خیریت ہے؟ بڑے درد بھرے لہجے میں کہنے لگے۔ برادر، کیا بتاؤں، ایک گھنٹے سے صوفے کی کیل کمر میں چبھ رہی ہے۔ میں نے حیرت سے کہا۔۔۔ زیدی صاحب۔۔۔ آپ نے سیٹ بدل کیوں نہیں لی۔ تقریباً غصے سے کہا۔۔۔ کس سے بدلتا، سارا ٹی ہاؤس تو خالی پڑا تھا۔“ (۲۷)

اظہر جاوید میں شخصی خاکہ یا شخصیت نگاری کا وصف ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے مضامین میں تنقیدی پہلو بھی ہے اور محبت آمیز بھی۔ اظہر جاوید نے اردو نثر میں لفاظی، عبارت آرائی اور تصنع سے گریز کرتے ہوئے، سیدھے اور سادہ انداز بیان کو اختیار کیا ہے۔ ان کے مضامین میں علمی انداز فکر اور اصلاحی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے موضوع کی نوعیت سے اسلوب کا انتخاب کیا ہے، جس سے ان کے مضامین میں ایک خاص طرح کی دل چسپی پیدا ہو جاتی ہے۔

اظہر جاوید کی تحریر میں عام فہمی اور سادگی نمایاں ہے۔ ان کے الفاظ میں حسن ہے، مگر یہ حسن کسی صنعت گری کا محتاج نہیں۔ اظہر جاوید کی تحریر میں خاص تاثر ہے، جو دل پر اثر کرتا ہے۔ ان کے مضامین میں ایک خاص پہلو حکایت نگاری کا بھی ہے۔ وہ بات کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ قاری کو اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ قاری کی ذہنی سطح کے مطابق تہذیبی اور معاشرتی زبان استعمال کرتے ہوئے کہانی سناتے ہیں۔ شخصیت نگاری کا یہ وصف ان کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتا ہے۔ ان کے بارے میں نذیر ناجی (۱۹۴۳ء) لکھتے ہیں:

"اظہر جاوید بنیادی طور پر فنافی الادب انسان تھے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی ادب کی خدمت میں گزاری اور بے لوث گزاری۔" (۲۸)

اظہر جاوید کی ادب کے لیے خدمت اس بات کا حاصل ہے کہ انھوں نے اپنے مضامین میں رنگینی عبارت اور شوکت الفاظ سے صرف نظر کرتے ہوئے، روزمرہ الفاظ کو صفائی اور شائستگی کے ساتھ اپنا مدعا اور مافی الضمیر بنا کر بیان کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ خیال کی ترسیل میں کوئی ابہام پیدا نہ ہو۔ سادگی اور سلاست یوں بھی عمدہ مضمون نگاری کا ایک اہم وصف ہے اور یہ وصف اظہر جاوید کو بہت عزیز ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) خلیق انجم، حرف آغاز، مشمولہ: اردو کے منتخب خاکے، یوسف ناظم، (دہلی: انجمن ترقی اردو، ہند، ۲۰۰۸ء)، ۸۔

(۲) ظہر جاوید، نہ صوفی نہ پیر صاحب بیان و تحریر اشفاق احمد، مشمولہ: ماہ نامہ ادب لطیف، شمارہ نمبر ۵، مدیر ناصر زیدی، (لاہور، ۲۰۰۵ء)، ۳۹۔

(۳) یطا َ، ۴۲۔

(۴) کلیم الدین احمد، ادبی تنقید کے اصول، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۳ء)، ۱۸۔

(۵) اظہر جاوید، دو پیالیاں ایک پرچ، مشمولہ: ماہ نامہ تخلیق، مدیر اظہر جاوید، (لاہور، اکتوبر ۲۰۰۴ء)، ۷۹۔

(۶) ایضاً، ۸۰۔

(۷) اظہر جاوید، ستار طاہر ایک مشہور مگر بے نام ادیب، مشمولہ: سہ ماہی ادبیات، شمارہ نمبر ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، جلد نمبر ۷، مدیر خالد اقبال یاسر، (اسلام آباد، ۱۹۹۴ء)، ۸۳۴۔

(۸) ایضاَ، ۸۳۴۔ (۹) ایضاَ، ۸۳۷۔ (۱۰) ایضاَ، ۸۴۱۔

(۱۱) یطاَ، ۸۳۹۔ (۱۲) یطاَ، ۸۴۲۔

(۱۳) اظہر جاوید، مائی باس، لفظوں کا کھلیان عذرا اصغر۔ شخصیت و فن، مرتبہ: اشرف سلیم، (لاہور: دستاویز مطبوعات، ۲۰۲۱ء)، ۴۳۔

(۱۴) ایضاً، ۴۴۔ (۱۵) ایضاً، ۴۵۔

(۱۶) اظہر جاوید، تیری آنکھوں کے ساتھ میں، لفظوں کا کھلیان عذرا اصغر۔شخصیت وفن، مرتبہ: اشرف سلیم، (لاہور: دستاویز مطبوعات، ۲۰۲۱ء)، ۲۹۶۔

(۱۷) اظہر جاوید، وزیر آغا۔ شخصیت و فن پر ایک اجمالی نظر، غیر مطبوعہ۔

(۱۸) ایضاً۔

(۱۹) اظہر جاوید، جناتی ہاتھ، مشمولہ: ماہ نامہ تخلیق، مدیر سونان اظہر جاوید، (لاہور، س ن)

(۲۰) اظہر جاوید، حساب دوستاں، مشمولہ: ماہ نامہ تخلیق، مدیر سونان اظہر جاوید، (لاہور، س ن)، ۹۳۔

(۲۱) ایضاً، ۹۴۔

(۲۲) اظہر جاوید، ونڈر فل پرسن۔صابر دت، مشمولہ: ماہ نامہ تخلیق ، مدیر سونان اظہر جاوید، (لاہور، جون ۲۰۱۸ء)، ۹۶۔

(۲۳) ایضاً، ۹۳۔

(۲۴) اظہر جاوید، موڈی، مشمولہ: ماہ نامہ تخلیق، مدیر اظہر جاوید، (لاہور، دسمبر ۲۰۰۳ء)، ۹۶۔

(۲۵) اظہر جاوید، اسرار زیدی، مشمولہ: ماہ نامہ تخلیق ، اظہر جاوید نمبر، مدیر سونان اظہر جاوید ، (لاہور، ۲۰۱۲ء)، ۳۱۱۔

(۲۶) خلیق انجم، صابرہ سعید، اردو ادب میں خاکہ نگاری، (حیدر آباد، مکتبہ شعر و حکمت، ۱۹۷۸ء)، ۱۰۔

(۲۷) اظہر جاوید، اسرار زیدی، مشمولہ: ماہ نامہ تخلیق، اظہر جاوید نمبر، مدیر سونان اظہر جاوید، (لاہور، ۲۰۱۲ء)، ۳۱۱

(۲۸) نذیر ناجی، دوستوں کا دوست۔اظہر جاوید، مشمولہ: ماہ نامہ تخلیق ، اظہر جاوید نمبر، مدیر سونان اظہر جاوید، (لاہور، ۲۰۱۲ء)، ۴۸۔

BIBLIOGRAPHY

- Ashraf Saleem, (comp.) *Lafzoṉ kā Khaliān 'zra Asghar* ,(Lahore, Dastaviz mavboat, 2021)
- Kaleem al-Din Ahmed, *Adbi Tanqīd ky Usūl*, (Delhi , Maktba Jamia limited, 1983)
- Khaleeq Anjum / Sabra Saeed, *Urdū adab man Khaka Nigarī*, (Haider Abad: Maktaba Sher o Hikmat, 1978)
- Khaleeq Anjum, *Urdū ke Muntakhib Khāke*, (Delhi: Anjuman Taraqqi-i Urdu Hind, 2008)
- Khalid Iqbal Yasir, Quartly: *Adabiyāt*, (Islamabad, 1994)
- Monthly *Takhlīq*, (Lahore, 2012)
- Nasir Zaidi, *Adab-i Latīf*, (Lahore, 2005)

❖❖❖